www.neweramagazine.com
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
حیام
از سیدہ انعم بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیام

از سیدہ انعم بخاری

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ وحقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

چار مہینے بعد

رمضان المبارک کا ایک عشرہ گزر چکا تھا۔حویلی میں رمضان کا اہتمام ہر مرتبہ سے کچھ زیادہ بڑھ کر ہو رہا تھا۔ان چار مہینوں میں حیام بخاری،حیام بخاری نہ رہی تھی۔وہ بدل گئی تھی۔کوئی ایسا دن نہ گزرا تھا جس دن وہ باجی بیگم کے کمرے میں نہ گئی ہو۔وہ اُن سے قرآن سیکھ رہی تھی۔وہ اپنے خدا کے احکامات جان رہی تھی،اپنے خدا کے حکم،اُن کے احکام پر سر جھکانے لگی تھی۔خدا نے اُسے ہدایت کے راستے پر ڈال دیا تھا۔وہ سر تا پاؤں بدل گئی تھی۔حیام بخاری کی گمراہی کے دن ختم ہو گئے تھے۔

حیام حویلی میں اب گرمی کی فکر کیے بغیر ڈوپٹے سے خود کو چھپا کر رکھتی تھی،اور تو اور شال اُس کے لباس کا مستقل حصہ بن چکی تھی جسے وہ شانوں پر پھیلا کر رکھتی۔وہ پوری حویلی والوں کے رنگ میں رنگتی جا رہی تھی۔وہ سب لڑکیاں اب بھی مختلف قسم کے کھانوں پر اپنی مہارت آزمائی کرتیں لیکن اب اُن کے ہاتھ میں سچ کی مہارت آ گئی تھی، اُن کے ہاتھ میں ذائقہ رچ گیا تھا۔اب کوئی نئی چیز بنتی تو پہلی مرتبہ میں ہی وہ اچھی بن جاتی۔شاہ میر کو اُن لڑکیوں کی جانب سے یہ سکھ نصیب ہو گیا تھا۔کچھ دن بعد حیام کی سالگرہ تھی،شاہ میر نجانے کیا کیا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔پچھلے مہینوں میں اُس نے

حیام کو اور اچھے سے جانا تھا۔وہ ویسی بالکل بھی نہیں تھی جیسی پہلی نظر میں دیکھ لوگ اُس کو سمجھ لیتے تھے،وہ سب باتوں،سب اندازوں سے مختلف تھی۔حیام کی بدلتی شخصیت کے زیرِ نظر اماں بیگم نے بشیر ابی اور سعدیہ کو مستقل طور پر حویلی کے پچھلے حصے میں موجود کوارٹرز میں جگہ دے دی تھی،جبکہ بشیر ابی کے بیٹے کو شاہ میر نے شہر میں اچھے پرائیویٹ کالج میں داخلہ دلوا دیا تھا۔وہ اب وہیں ہاسٹل میں رہتا تھا۔اماں بیگم کے مطابق سعدیہ کا حیام کے ساتھ ہر پل ہونا ضروری تھا۔

اور محض باجی بیگم نے ہی حیام کو نہ بدلہ تھا بلکہ حیام بھی اُن کو بدل رہی تھی۔وہ کیسے؟ یہ جلد ہی حویلی کے افراد جاننے والے تھے۔اُن پر یہ راز آشکار ہونے والا تھا۔تبدیلی کب کیسے انسان کے دل و دماغ اور وجود پر اُتر آئے،کون جانتا ہے؟

کبھی منال نے بھی چاہا تھا کہ وہ حیام کو بدل دے گی،اُس نے خدا سے مدد چاہی تھی لیکن حیام کے بدلاؤ کا وسیلہ خدا نے باجی بیگم کو بنایا،اُنہیں چُنا۔بیشک خدا جسے ہدایت دینا چاہے،جس کو ذریعہ بنانا چاہے۔۔۔۔۔

شہر میں بخاری ہاؤس کا منظر بدل گیا تھا۔آرز کے علاوہ سب گاؤں کے لیے نکلنے کو تیار تھے۔آرز، بازل کے ہمراہ سب کا سامان گاڑی میں رکھوا رہا تھا۔ندا بیگم کی عدت کا عرصہ ختم ہو چکا تھا۔اب آرز اُنہیں جلد سے جلد یہاں سے بھیجنا چاہتا تھا۔بازل نے بہت ضد کر کے، بحث کر کر آرز کو منا ہی لیا تھا، وہ اُس کے ساتھ شہر میں ہی رکنے والا تھا۔بازل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہر ویک اینڈ پر حویلی چلا جایا کرے گا۔آخر کو پریشے بھی تو سب کے ساتھ جا رہی تھی۔

"آرز! تم اب بھی سوچ لو۔۔۔چلو ہمارے ساتھ۔"ندا بیگم اُس کا ہاتھ تھامے ایک مجبور ماں کی صورت اُسے تکے جا رہیں تھیں جن کی اولاد نے اُنہیں نہ سُننے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"امی! میں نے کہا ہے نا کہ ملنے آتا رہوں گا۔"وہ سارا سامان رکھوا چکا تھا۔

"مجھے وہ جھوٹے وعدے مت تھماؤ جو تم خالہ اماں سے کرتے رہے ہو۔"ندا بیگم کی بات پر وہ مزید شرمندہ ہوا۔

"امی! اس مرتبہ یہ کہہ رہا ہے تو مان لیں اور میں خود لے کر آؤں گا اسے، وعدہ۔"اس مرتبہ ایک وعدہ بازل نے اپنی ماں سے کیا۔

"چلیں بھابھی۔لڑکیوں بیٹھو گاڑی میں۔۔۔"نائلہ بیگم نے آکر ندا بیگم کا ہاتھ تھام

تسلی دی۔ وہ دونوں آرز کو پیار کرتیں گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ مشعل چلتے ہوئے آرز تک آئی، اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔۔۔۔" آرز نے اپنی بہن کو اپنے گلے لگا لیا۔

"میں آؤں گا، تمہیں تو یقین ہے نا اپنے بھائی کے کہے پر؟" مشعل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ اپنا خیال رکھیے گا اور روز مجھ سے بات بھی کریئے گا۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے؟" وہ آرز سے الگ ہوتی بولنے لگی۔

"آپ کی امانت، اُس کے اصل حقدار تک پہنچادوں گی۔" وہ سر ہلاتا، اُس کا ماتھا چوم پیچھے ہو گیا۔ اب سب کو الوداع کہنے کا وقت آگیا تھا۔ سب جا رہے تھے۔ بخاری ہاؤس کی سرحد پار کر دو گاڑیاں اپنی منزل کو نکل گئیں۔ وہ وہیں اکیلا کھڑا رہ گیا۔

مغرب کی آذان ہونے میں کچھ ہی دیر تھی۔ شہر سے سب کی آمد بھی اسی وقت متوقع تھی۔ سوا فطار کی تیاریاں خوب زور و شور سے چل رہی تھیں۔ حویلی کے اگلی طرف بڑی بڑی کڑاہیوں میں مختلف اشیاء تیار ہو رہی تھیں۔ گاؤں میں افطار وہیں سے بٹتا تھا۔

مردان خانہ مردوں سے بھرا پڑا تھا۔اب تو حیام کے کہنے پر گاؤں کی عورتوں کا آنا جانا ایک مرتبہ پھر سے شروع ہو چکا تھا اور رمضان میں تو وہ پورا مہینہ افطار بھی وہیں کرتیں لیکن آج عورتوں کو نہ بلایا گیا تھا۔حیام لوگ باورچی خانے میں الگ تیاری بھی کر رہیں تھیں۔جب سب کچھ تقریباً ہو چکا تو وہ ہاتھ دھوتی وہاں سے چلی گئی۔

دروازے پر دستک دیتی وہ اندر داخل ہوئی تو باجی بیگم اُسے دیکھ مسکرا دیں۔

"آج میں آپکے ساتھ افطار کروں گی۔" وہ مسکراتی ہوئی بیڈ پر اُنکے مخالف سمت بیٹھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"ضرور کرو لیکن۔۔۔۔"

"لیکن؟؟؟" تبھی سعدیہ اجازت لیتے اندر آئی۔مختلف لوازمات سے بھری ٹرے ایک طرف میز پر رکھتی وہ چلی گئی تو بات کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر سے جڑا۔

"آج اماں آ رہی ہیں نا تمہاری؟اُن کے ساتھ نہیں بیٹھو گی؟"

"نہیں، مل لوں گی اُن سے میں۔اب تو یہیں رہیں گی وہ لیکن یونہی دل کر رہا ہے میرا۔ اگر آپ کہتی ہیں تو چلی جاتی ہوں۔" کہہ کر وہ اُٹھنے لگی تھی جب اُنہوں نے اُسے ہاتھ

سے پکڑ واپس بٹھایا۔

"اچھا نا بیٹھ جاؤ۔ آج میرے ساتھ ہی کر لو۔ آج کر لو گی تو کل میں روک لوں گی۔ پھر تم میرے کہنے پر رکنے لگو گی تو عادت ہو جائے گی مجھے تمہاری۔۔"

"میں تو سمجھی تھی کہ عادت ہو چکی ہے۔" حیام ہنسی۔

"عادت لگا کر تم چلی جاؤ گی اور میں ایک مرتبہ پھر سے تنہا۔۔۔"

"آپکو کس نے کہا ہے پھپھو کہ میں چلی جاؤں گی؟" حیام کے لہجے میں حیرانی رقم تھی۔

"شہر سے سب آرہے ہیں اور واپسی کی راہ پر تمہیں لیے بغیر کیسے جائیں گے وہ؟ تم بیٹی ہو اُس گھر کی اور آئی بھی تو کچھ عرصہ کے لیے تھی نا؟" اُن کی بات پر حیام نے اُنہیں بے یقین نگاہوں سے تکا۔ یہ سب حیام نے کیسے نا سوچا تھا۔

"تم ساری زندگی تو یہاں نہیں رہ سکتی نا حیام؟"

"کیوں نہیں رہ سکتی؟ یہ حویلی میری بھی ہے۔ آپ سب میری بھی فیملی ہیں، ہیں نا؟" اُس کے لہجے میں امید تھی۔ باجی بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پھر کیسے جا سکتی ہوں میں؟ جسے واپس جانا ہے، چلا جائے۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی۔

جب مجھے یہاں چھوڑ کر سب سکون سے پیچھے رہ رہے تھے تب تو کسی کو میری فکر نہ ستائی تھی کہ میں اس ماحول، اتنے انجان لوگوں میں کیسے رہ رہی ہوں۔۔۔ تو پھر اب میں اُنہیں یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ مجھے واپس لے جائیں۔"

"اپنی اماں کے بغیر کتنا عرصہ مزید رہ سکتی ہو؟"

"وہ جو نیچے بیٹھیں ہیں نا اس حویلی کی اماں بیگم؟ اُنہیں میں مخاطب کرتی ہوں تو اماں پکارتی ہوں۔ وہ اس حویلی کی باقی لڑکیوں کی دادی ضرور ہوں گی لیکن آپکی طرح میری ماں ہیں وہ اور آپ پھپھو، آپ بھی میری ماں ہیں۔۔۔۔" وہ ہنسی۔

"میں نے اپنی زندگی کے فیصلے کرنا خود سیکھ لیا ہے۔" وہ دونوں خاموش ہو گئیں۔ ایک لمبی خاموشی نے اپنا بسیرا کر لیا تھا۔ وہ آگے ہو کر باجی بیگم کے سینے سے لگتی بستر پر لیٹ گئی۔ اُنہوں نے بھی اُسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦

شہر والے مرالہ گاؤں کی سرحد پار کر حویلی کے پچھلے حصے تک، اپنی طے شدہ منزل کو پہنچ گئے۔ شاہ میر وہاں پہلے سے کھڑا تھا۔ اُن سب کا استقبال کر وہ اُنہیں پچھلے دروازے سے اندر لے گیا۔ سلام، دعا، ملاقات کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا تو باہر

مغرب کی آذان پورے اہتمام کے ساتھ فضا میں گونجنے لگی۔ مرد باہر مردان خانے میں جا چکے تھے۔ عورتوں کی محفل الگ سے حویلی کے برآمدے میں سجی تھی۔ نائلہ بیگم کی آنکھیں،اُن کی نظریں مسلسل حیام کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ مشعل اور پریشے کو شاید یہاں آنے سے پہلے یہاں کے ماحول سے آگاہ کر دیا گیا تھا،جب ہی تو لمبی لمبی چادریں اپنے گرد لپیٹے تھیں لیکن پھر بھی اُن کی شخصیت اُن کی یہاں سے لاتعلقی چیخ چیخ کر بتا رہی تھی۔ بال کھلے، جن کی لٹیں چہرے پر بکھری تھیں،ڈوپٹے جو کہ سر سے ڈھلک چکے تھے۔اماں بیگم نے نائلہ بخاری کی بے چین نگاہیں پڑھ لیں تھیں۔

"سکون سے بیٹھ جا نائلہ۔۔۔حاجرہ کے پاس ہے تیری بیٹی۔ نماز پڑھ کر آ جاوے گی، تب تک تم سب بھی مغرب پڑھ لو۔"

"جی،خالہ اماں!" وہ جواب دیتے سر جھکا گئیں۔ جبکہ خالہ اماں اُٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چل دیں۔۔ نماز سے فارغ ہو ایک مرتبہ پھر سے اماں بیگم سب کے ساتھ موجود تھیں۔اب کے چائے کا دور شروع ہوا۔ منال سعدیہ کے ہمراہ سارے لوازمات لاتی میز پر رکھ وہیں پاؤں کے بل بیٹھ چائے تیار کر سب کو باری باری تھمانے لگی۔ کرن اُس کی مدد کر رہی تھی جب منال بول پڑی۔

"مناہل! جاؤ حیام کو دیکھو جا کر اور پوچھ بھی لینا کہ پھپھو کو کچھ چاہیے تو نہیں۔"

"جی۔" مناہل اُسکے ایک کہنے پر اُٹھ گئی جب حیام خود ہی برآمدے میں داخل ہوئی۔

سب کی نظروں کا رخ اُس کی جانب تھا جبکہ اُس کی نظریں اماں بیگم پر تھیں۔

سفید لباس، ساتھ ہم رنگ ڈوپٹہ چہرے کے گرد لپٹا تھا، خاکی رنگ شال اپنے گرد لپیٹے، وہ پہلے والی تو حیام نہ تھی۔ سر تا پاؤں وہ حیام نہ تھی جو شہر سے یہاں آئی تھی۔ پہلے سے دبتی رنگت جو کہ وہاں موجود تمام خواتین سے بڑھ کر شفاف تھی اور پہلے سے گھٹتی صحت۔۔۔

"اماں! بشیرا بی سے کہیں کہ پھپھو کو دم کیا پانی دیں آئیں۔" اماں کو پیغام دے اُسکی نظریں اپنی ماں پر ٹھہریں، جن کی آنکھوں میں اُسے دیکھ آنسو چمکنے لگے۔ وہ اُنہیں دیکھ مسکرائی۔

"اسلام و علیکم۔" سب کو اجتماعی سلام کرتے وہ اپنی ماں کے گلے لگ گئی جو اُسے اپنے قریب پا کر خاموش آنسو بہانے لگیں۔ وہ بھی رو رہی تھی، اُسکی ماں کی خوشبو اُسے یاد تھی۔ وہ کتنا عرصہ اس خوشبو کی متلاشی رہی تھی۔ اُن سے الگ ہو کر وہ اپنی تائی امی سے ملی، وہ بھی رو رہیں تھیں۔ پریشے اور مشعل سے بھی مصلحتاً ملتی وہ منال کے پاس پہنچے

زمین پر جا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"لاؤ میں بنا دیتی ہوں۔"

"رہنے دو، میں بنا چکی ہوں۔" منال نے کہتے ہوئے چائے کا ایک کپ اُسکے سامنے کیا جو اُس نے مسکرا کر تھام لیا۔ شہر والوں کے لیے یہ بات نئی تھی، اُن کی حیام تو چائے نہ پیتی تھی۔ چائے کا گھونٹ بھرتے ہی حیام مسکرائی۔ منال بھی چہرہ جھکائے مسکرا دی۔

"پلیز حیام، مجھے بتا دو کہ منال تمہیں میٹھی چائے پلانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

کرن نے تجسس کے مارے حیام کو دیکھتے سوال کیا جو مظلوم صورت بنائے اُسے تکنے لگی۔ چائے میں اتنا میٹھا تھا کہ حیام کے لیے اُسے نگلنا مشکل ہو گیا۔ سب کی توجہ کا مرکز وہ تینوں تھیں۔

"لو اتنا میٹھا بھی نہیں ڈالا میں نے، ہے نا حیام؟" وہ شرارت پر آمادہ تھی تو پھر ایسے ہی سہی۔

"بالکل!! اپنی چائے دینا۔" کہتے ہی منال کے ہاتھ سے چائے کا کپ زبردستی پکڑ لیا۔ حیام کے ایسا کرتے ہی کرن نے شوگر پاٹ میں بھر بھر کے تین چمچ چینی کپ میں

ڈال دی جسے حیام نے مکس کرتے واپس منال کو تھما دیا۔

"اب میں نے اتنی محبت سے میٹھا دیا ہے تو انکار مت کرنا اور اسے ضائع تو بالکل نہ کرنا، خدا کے رزق کی بے حرمتی نہیں کرتے۔" وہ شرارت سے کہتی وہاں سے اُٹھ گئی۔ منال سے اُسے کوئی اچھی امید تو تھی نہیں۔ وہ اُٹھ کر اماں کے برابر اُن کے تخت پر جا بیٹھی۔ نائلہ بیگم اور ندا بیگم کے لیے یہ سب حیرانی کا باعث تھا۔ اُنہوں نے کبھی کسی کو اماں کے برابر اُن کی اجازت کے بغیر بیٹھتے نہ دیکھا تھا۔ پریشے اور مشعل تو اپنی جگہ الگ حیران تھیں، اُنہوں نے یہاں آنے سے پہلے تو کچھ اور سُنا تھا اور اب کچھ نیا دیکھنے کو مل رہا تھا۔ سب لوگ چائے پی چکے تھے۔ چھوٹی موٹی باتوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"آپ سب تھک گئے ہوں گے۔ آئیں میں کمرے دکھا دیتی ہوں۔" نفیسہ بیگم نے کھڑے ہوتے سب کو مخاطب کیا جس پر سب ہاں میں ہاں ملائے کھڑے ہو گئے۔

"اماں! آپ میرے ساتھ چلیں۔" حیام نائلہ بخاری سے کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی جو ہاں میں سر ہلاتیں اُس کے ساتھ چل دیں۔

مردان خانے کا منظر بھی حویلی سے مختلف نہ تھا۔اب وہاں صرف حویلی کے مرد موجود تھے۔گاؤں کے مرد حضرات اپنے اپنے گھروں کو جاچکے تھے۔

"برخوردار!! آہی گئے پھر تم۔۔"وقار شاہ نے بازل کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا۔

"آپ سے کہہ کر گیا تھا، وعدہ کیا تھا کہ آؤں گا تو وعدہ وفا کرنا مجھ پر فرض ہو گیا تھا۔"وہ دل سے مسکرایا۔

"لیکن یہ نہیں چاہا تھا میں نے کہ تم اس طرح سے آؤ۔"اُن کا اشارہ حسن صاحب کی وفات کی جانب تھا۔اُس کی مسکراہٹ ماند پڑ گئی۔

"چلیں بس کر دیں، اتنی رات ہو گئی ہے۔چچا جان بھی تھک گئے ہوں گے۔میرا خیال ہے کہ اب سونا چاہیے۔"شاہ میر نے بات کا رخ موڑ دیا۔

"ہاں، بالکل!! پہلے تھکاوٹ اُتار لو پھر باتوں کے لیے وقت ہی وقت ہے۔"وہ تینوں وہاں سے اُٹھ کر اندر حویلی کی جانب چل دیئے۔جبکہ بازل اور شاہ میر اب بھی وہیں موجود تھے۔

"یہ نہیں پوچھے گا کہ کیسی ہے وہ؟"شاہ میر نے اُسے دیکھتے ہوئے سوال کیا جو لہراتے پردوں کی اوٹ سے دکھتے چاند کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

"پوچھوں گا، پوچھوں گا لیکن ابھی نہیں۔"

"وہ کیوں؟ناراض ہے تو اُس سے؟"ایک مرتبہ پھر سوال کیا گیا۔

"نہیں۔۔۔۔"

"پھر؟"

"پھر یہ کہ مجھے اُسکے بارے میں سوچنے کا وقت نہیں ملتا اب۔جب جب اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اُسے سوچنے کا ارادہ کرتا ہوں، کوئی نا کوئی میرے زخم ادھیڑ کر مجھے واپس حقیقت میں کھینچ لیتا ہے۔"اُس کا اشارہ کچھ دیر پہلے ہونے والی گفتگو کی جانب تھا۔

"آ تجھے کمرے تک چھوڑ آؤں۔اکیلے جانے میں کوئی قباحت تو نہیں، پھر بھی آج کل سب لڑکیاں رات گئے تک جاگتی ہیں اور بھوک کے دورے تو پڑتے ہی رہتے ہیں اُنہیں۔"

"نہیں، تو جا۔میں ادھر ہی ہوں، کچھ دیر کھلی ہوا میں رہنا چاہتا ہوں۔" بازل کے جواب پر شاہ میر اُسے کچھ دیر دیکھتا رہا۔پھر اُٹھ کر اندر کو چل دیا۔اُسے حیام سے بات بھی کرنا تھی جو کہ کرنا بہت ضروری تھی۔

وہ اپنی ماں کے کمرے میں اُنکے ساتھ اُنکی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔وہ اُنہیں نجانے کون کون سی کہانیاں سُنا رہی تھی۔اُسکی ہر بات اماں سے شروع ہو کر منال، کرن اور مناہل پر ختم ہو جاتی۔وہ مسکرا کر اپنی بیٹی کو سُن رہیں تھیں۔اُس کے بابا بھی وہاں آ گئے تھے جن سے لپٹ کر وہ رو دی تھی۔وہ اُن سے کتنی محبت کرتی تھی۔اُنہیں وہ کتنا یاد کرتی تھی۔حیام وہیں اُنکے پاس باتیں کرتے ہوئے سو گئی،اُسے معلوم بھی نہ ہوا تھا۔

آج وہ پہلی بار سحری سے پہلے سوئی تھی۔نائلہ بخاری کے ایک جانب بیڈ پر وہ آرام سے نیند کے مزے لے رہی تھی۔آج سے پہلے اتنی پُر سکون نیند اُسے نجانے کب آئی تھی۔نائلہ بخاری بیڈ کے دوسری جانب بیٹھیں اُسے مسلسل دیکھ رہیں تھیں جبکہ مصطفی صاحب سامنے پڑے صوفے پر بیٹھے تھے۔اُن کی نظریں بھی مسلسل اپنی اکلوتی بیٹی پر تھیں۔

"مصطفی۔۔"نائلہ بخاری نے اُنہیں بلایا تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئے جو معلوم نہیں کیا سوچ رہے تھے۔

"ہمم۔۔"

"ہماری بیٹی کتنا بدل گئی ہے۔یہ وہ حیام تو نہیں ہے جو۔۔۔"

"میں بھی وہی دیکھ رہا ہوں۔ میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو سرزد نہیں ہو گئی۔" وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ نجانے اس خاموشی کا دورانیہ کتنا طویل ہونے والا تھا۔

ندا بیگم کو کمرے میں چھوڑ کر مشعل بھی پریشے کے ہمراہ اُس کے کمرے میں ہی آ گئی۔ پریشے کا اس حویلی میں اکیلے رہنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نجانے یہ بازل کب آنے والا تھا۔ اُن دونوں نے جاتی ہوئی کرن کو کچھ دیر کے لیے اپنے پاس ہی روک لیا۔ وہ وہیں اُن کے پاس بیٹھ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔ باہر سے گزرتے ہوئے شاہ میر نے کرن کی آواز سُنی تو وہیں باہر رک کر اُسے آواز دی۔ جس کی آواز سُن کر اندر خاموشی نے اپنا راج کیا۔ کرن وہاں سے اُٹھتی باہر آئی۔ وہ لوگ اب باہر کھڑے تھے لیکن اُن کی آوازیں اندر بیٹھے افراد آرام سے سُن سکتے تھے۔

"حیام کدھر ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہو گی۔"

"وہ وہاں نہیں ہے۔ میں نے منال سے بھی پوچھا، وہ وہاں بھی نہیں۔" شاہ میر کے

لہجے میں حیام کے لیے پریشانی تھی۔

"خیریت ہے نا بھائی؟" کرن کے سوال پر وہ نارمل ہوا۔

"ہاں، خیریت ہے۔ بس ایک ضروری بات کرنی تھی۔ ایک کام کرو کہ اُسے ڈھونڈو اور میرے پاس بھیج دو ابھی۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

"بھائی۔۔۔" کرن کے بلانے پر وہ پیچھے مڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"آپ کے کمرے میں؟"

"نہیں، چھت پر ہوں میں وہیں بھیج دو۔" وہ جا چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کرن واپس اندر آئی۔ اُن دونوں سے معذرت کرتے وہ حیام کو دیکھنے نکل گئی۔ جبکہ پیچھے پریشے اور مشعل ایک دوسرے کو دیکھتی رہ گئیں۔ اُن کی سوچوں کا محور حیام کی ذات تھی۔

اُس نے یہاں اپنی الگ دنیا بسالی تھی۔ اُس کی اس نئی دنیا میں پرانے رشتوں کی کوئی جگہ نہ تھی۔ حیام کے انداز میں موجود جھجک کو وہ باخوبی جان گئیں تھیں۔ اب اس حویلی کے ہر فرد کی زبان پر ہمہ وقت حیام کا نام چھکتا تھا۔ حیام کے نام کی گونج حویلی کی

دیواروں کو سُننے کی عادت ہو گئی تھی۔

کرن مصطفیٰ صاحب کے کمرے پر دستک دیتی اندر آئی۔ کمرے میں جلتی لائٹس وہاں موجود افراد کے جاگنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ مصطفیٰ صاحب کو سلام کرتی وہ بیڈ پر سوئی حیام کی جانب متوجہ ہوئی۔ حسبِ معمول کرن سر سے پاؤں تک چادر میں چھپی ہوئی تھی۔

"ارے، یہ سو گئی۔۔"

"ہاں، یہ اسکے سونے کا ٹائم تھا نا۔ بچپن سے اپنے وقت پر سونے کی پابند ہے۔ مجال ہے کہ کبھی اوپر جاگی ہو۔" نائلہ بیگم کے یوں کہنے پر کرن مسکرائی۔

"نہیں، دراصل اب تو رات دیر تک جاگتی ہے اور ہمیں بھی اپنے ساتھ جگائے رکھتی ہے۔ کسی کو سونے ہی نہیں دیتی۔" نائلہ بخاری ہلکا سا مسکرائیں۔ اُن کی بیٹی سچ میں بدل گئی تھی۔ اُنہیں یہ دکھ ہی ختم ہونے کو نہ آ رہا تھا۔

"اب سو گئی ہے تو سوتی رہے۔" کرن اُسے دیکھتی جانے لگی تھی جب حیام آوازیں سن ہلکا سا کسمسائی اور اپنی بوجھل آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ کرن کو دیکھ وہ اُٹھ بیٹھی۔

"خیریت ہے تم یہاں؟"

"ہاں، تمہیں دیکھنے آئی تھی۔ تم سو گئی تھی تو بس جانے ہی لگی تھی۔"

"کوئی کام تھا؟ معلوم نہیں آج آنکھ کیسے لگ گئی۔" حیام اُسے کہتے ہی بیڈ سے اُٹھ گئی اور اپنی شال اپنے گرد مضبوطی سے کھینچتی اُسے تکنے لگی۔

"شاہ میر بھائی تم سے بات کریں گے، چھت پر ہیں۔" کرن کا اشارہ سمجھ کر وہ وہاں سے سر ہلائے کمرے سے نکل گئی۔ اب اُس کا رخ اوپری سیڑھیوں کی جانب تھا۔ چھت کا دروازہ کھولتی وہ باہر نکلی۔ شاہ میر وہیں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔ حیام خاموشی سے اُس کے برابر میں جا بیٹھی۔ وہ اُس کی آمد سے انجان تو نہ تھا۔ وہ کچھ دیر یونہی بیٹھا سیاہ آسمان تکتا رہا۔

"تم مل لو اُس سے۔"

"اُس سے کس سے؟" حیام انجان بنی رہی۔

"بازل سے۔۔"

"خیریت؟" حیام کے پوچھنے پر شاہ میر مسکرا دیا۔ اپنی بات پر غور کیا تو وہ خود بھی ہنس دی۔ آج حویلی میں سب ہر ایک سے خیریت کی آگاہی چاہتے تھے۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم مل لو گی تو بہتر ہو جائے گا۔"

"اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ میرے مل لینے سے وہ بہتر ہو جائیں گے؟ میں اُنہیں کسی بُری یاد کی صورت دکھ بھی تو پہنچا سکتی ہوں؟"

"تم جانتی ہو حیام کہ وہ تم سے کبھی بھی باغی نہیں ہو سکتا۔ مل لو ایک مرتبہ۔" وہ خاموش ہو گئی۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک مرتبہ پھر بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میری بات مان لو گی۔" وہ کھڑا ہوا اُس کے سر پر ہاتھ رکھتا وہاں سے چلا گیا۔ اب وہ وہاں اکیلی موجود تھی۔ سیاہ رات پر پھیلتی تاریک تنہائی اُسے بے چین کرنے لگی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سحری کے وقت ایک مرتبہ پھر حویلی روشنیوں سے جگمگانے لگی۔ باورچی خانے کی حالت دیکھنے لائق تھی۔ بشیراں بی باقی ملازماؤں کے ساتھ تیاری کر رہیں تھیں جبکہ لڑکیاں کیسے پیچھے رہ سکتیں تھیں۔ مصطفی صاحب، وقار شاہ اور عمران بخاری کے ہمراہ مردان خانے واپس جا چکے تھے جب کہ شاہ میر اور بازل کا ارادہ سب کے ساتھ کھانے پینے کا تھا۔ وہ سب لڑکیاں تو سر سے لے کر پاؤں تک خود کو چادروں میں ڈھکے ہوئے تھیں جبکہ مشعل اور پریشے کا ایسا کوئی پردہ نہ تھا۔ برآمدے میں سب بیٹھے خوش

گپیوں میں مصروف تھے۔آہستہ آہستہ نیچے زمین پر دستر خوان سجایا جارہا تھا۔جب سب کچھ لگ چکا تو وہ سب بھی باری باری آکر بیٹھ گئیں سوائے حیام کے۔وہ نجانے کہاں تھی۔سب کھانے میں مصروف تھے۔حیام ابھی تک بازل کے سامنے نہ آئی تھی۔کچھ دیر ہی گزری تھی جب حیام کافی کا مگ پکڑے وہاں آئی۔آتے ہی وہ بولنا شروع ہو چکی تھی۔ادھر اُدھر دیکھنا تو اُس پر جیسے فرض ہی نہ تھا۔

"شاہ میر بھائی!!میں آپ کو یہ آخری مرتبہ بتارہی ہوں کہ یہ کافی اب مزید اس حویلی میں نہیں بنے گی۔توبہ کریں،سحری کے وقت تو چھوڑ دیا کریں۔میں بتارہی ہوں اب جب بھی پینی ہو گی۔۔رمضان کے بعد۔۔۔"کہتی ہوئی وہ شاہ میر کے مقابل جھکی اور کافی کا مگ اُس کے سامنے رکھتی سیدھی ہوئی۔اُس کی نظریں سیدھا بازل پر جا کر رکیں تھیں جو کہ بے حس و حرکت اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اچھا!!میری ماں،بس یہ آخری دفعہ۔۔۔لیکن بے فکر رہو تم،یہ ڈیوٹی صدا تم ہی نبھانے والی ہو۔"وہ حیام کو دیکھ مسکرارہا تھا جو اُسے کہاں دیکھ رہی تھی۔

"اسلام و علیکم۔"حیام نے بازل کو سلام کیا جس نے سر جھکائے خاموشی سے اُسکے سلام کا جواب دے دیا تھا۔

"آؤ، بیٹھو۔۔"شاہ میر نے اُسے اشارہ کرتے وہیں اپنے قریب ہی بٹھالیا۔

سحری سے فارغ ہو کر، فجر کی نماز ادا کر سب اپنے اپنے کمروں کو جا لیے تھے سوائے اماں بیگم اور حویلی کی عورتوں کے۔اُن کی صبح ہو چکی تھی۔ سونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

حیام برآمدے سے اُٹھ کر بازل کے کمرے کی جانب چل دی۔ کمرے سے بازل کی آواز باہر تک آرہی تھی، یقیناً وہ سویا نہیں تھا۔ دروازہ ادھ کھلا تھا۔ وہ دستک دے کر وہیں کھڑی رہی۔ مقصد اُسے متوجہ کرنا تھا جو پورا ہو گیا تھا۔ بازل کے ساتھ ساتھ پریشے کا بھی رخ اُس کی جانب تھا۔

"میں آجاؤں۔۔۔" بازل نے محض اثبات میں سر ہلایا۔ وہ قدم قدم چلتی اُسکے مقابل اُسکے سامنے دوزانو بیٹھ گئی جو کہ بیڈ کے کنارے پر ٹکا تھا۔ حیام نے بازل کے ہاتھ تھام کر اُن پر اپنا ماتھا ٹکا لیا۔ وہ خاموش آنسو بہانے لگی۔ یہ اُسکا معافی مانگنے کا طریقہ تھا۔ اُسے مان تھا کہ وہ اُسے معاف کر دے گا۔ کیسا رشتہ تھا وہ کہ اپنی غلطی جانتے بوجھتے اُس نے منہ موڑ لیا تھا لیکن اب خود ہی دل کے ہاتھوں مجبور ہو آگئی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ ناراضگی بھلا دے گا، کیسا یقین تھا؟

بازل اپنی جگہ خاموش بیٹھا تھا۔اُسکے آنسو ٹپ ٹپ حیام کا ڈوپٹہ بھگو رہے تھے۔

"بھائی۔۔"حیام نے سرگوشی کی سی صورت اُسے پکارا۔

"معاف کردیں نا یار۔۔۔۔"اُس نے اپنا چہرہ اُٹھایا جو کہ آنسوؤں سے تر تھا۔

"تم نے ایسا کہا بھی کیسے حیام کہ تمہارا میرے باپ سے کوئی رشتہ نہیں تھا؟اُن سے کوئی تعلق نہیں تھا تو مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ تڑپ کر ایک مرتبہ پھر اُسکے بازو سے سر ٹکائے رو دی تھی۔اب کے اُس کے رونے میں شدت تھی۔

"ایسا نہیں کہیں پلیز۔۔۔آپ جانتے ہیں نا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آپ سے ہے۔"

"نہیں،میں نہیں جانتا۔میں تو کچھ بھی نہیں جانتا،تمہیں بھی نہیں پہچانتا۔۔۔۔اور غور سے دیکھو میری جگہ اب کوئی اور بیٹھا ہے،وہ بھی بڑی شان کے ساتھ۔"

بازل کا اشارہ شاہ میر کی جانب تھا۔اُسے یہ برداشت ہی نہ تھا کہ حیام اُسکے برابر کسی دوسرے کو بٹھائے۔

"معافی مانگ تو رہی ہوں بھائی،معاف کردیں نا۔آپ تو میری ہر غلطی معاف کردیتے

تھے،اب بھی کردیں نا۔"

پریشے اتنے میں مشعل کو بلا لائی تھی۔اُسے ڈر تھا کہ کہیں بحث ہی نہ ہو جائے لیکن بھول گئی تھی کہ جو شخص اُسکی غیر موجودگی میں اُسکے لیے لڑ سکتا تھا،اُس سے کیسے لڑ سکتا تھا۔

"دیکھیں آپ کچھ نہ بولے تو میرا دل بند ہو جائے گا،میں مر جاؤں گی بھائی۔۔"حیام کی یہ بات بازل کو تڑپا گئی تھی۔وہ تو اُسے ہزار غلطیوں،کوتاہیوں کے باوجود جان سے پیاری تھی۔بازل نے اُسے اُٹھا کر اپنے برابر میں بٹھایا،وہ اس کے سینے سے لگتی ہچکیوں سمیت رو دی۔اُس کا رونا وہاں موجود مشعل اور پریشے کو بھی رلا گیا تھا۔

"بس کردو حیام،مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔مجھے اذیت مت دو۔"وہ بمشکل بازل سے الگ ہوتی آنسو صاف کرتی ایک مرتبہ پھر پوچھنے لگی۔

"آپ ناراض تو نہیں ہیں نا مجھ سے؟"آنسو تو پھر سے بہنے کو بے تاب تھے۔

"نہیں،تم سے تو پہلے بھی نہیں تھا۔تم سے کیسے ہو سکتا ہوں؟شکوے تو اب بھی ہیں بہت سے لیکن پھر کبھی۔۔۔"اُس کا انداز صاف ایسے تھا جیسے کہ کسی دوسرے کی

موجودگی میں بات کرنا اُس پر حرام ہو، اُسکے لیے گناہ ہو۔ حیام اُن دونوں کو دروازے پر کھڑا دیکھ سیدھی ہو اُٹھ گئی۔

"آپ سو جائیں، پھر بات ہو گی۔" وہ ایک آخری نظر بازل کو دیکھ اُن دونوں کے برابر سے ہوتی چلی گئی۔

کھینچ کر رات کی دیوار پہ مارے ہوتے
میرے ہاتھوں میں اگر چاند ستارے ہوتے
ہم نے اک دوجے کو خود ہار دیا، دکھ ہے یہی
کاش ہم دنیا سے لڑتے ہوئے ہارے ہوتے
یہ جو آنسو ہیں مری پلکوں پہ پانی جیسے
اس کی آنکھوں سے ابھرتے تو ستارے ہوتے
یار! کیا جنگ تھی جو ہار کے تم کہتے ہو

جیت جاتے تو خسارے ہی خسارے ہوتے

اتنی حیرت تمہیں مجھ پر نہیں ہونی تھی، اگر

تم نے کچھ روز مری طرح گزارے ہوتے

یہ جو ہم لوگ ہیں احساس میں جلتے ہوئے لوگ

ہم زمیں زاد نہ ہوتے تو ستارے ہوتے

تم کو انکار کی خو مار گئی ہے واحد

ہر بھنور سے نہ الجھتے تو کنارے ہوتے

(واحد اعجاز میر)

وہ اس وقت تنہا لاؤنج میں بیٹھا تھا۔اُس کے سامنے میز پر لیپ ٹاپ میں غزل چل رہی تھی۔ساتھ ہی کچھ آفس کی فائلز بکھری پڑی تھیں۔وہ فجر کے بعد سے جاگ رہا تھا، بلکہ وہ سویا ہی کب تھا۔وہ تو سب کے جاتے ہی یونہی ایک جگہ بیٹھا تھا۔صرف نماز کے لیے اُٹھا تھا اور سحری کے نام پر ایک بریڈ سلائس اور جوس کا گلاس جو کہ آسانی سے اُسے مل گیا تھا۔فلحال کچھ بنانے کی ہمت اُس میں نہ تھی۔

وہ کچھ کام نہ کر پایا تھا۔ بہت کوشش کرتا کہ کام میں دھیان لگائے لیکن اُس کی سوچیں تھیں کہ بات ماننے سے انکاری تھیں۔ غزل ختم ہو چکی تھی۔ ایک مرتبہ پھر کاٹ کھانے کو دوڑتی خاموشی اُسے بے چین کرنے لگی۔ تنہائی جب کسی کے لیے نعمت ہوتی ہے تو بہت لوگوں کے لیے عذاب بھی ہوتی ہے۔ گہری سانس بھرتا وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

نجانے کتنی دیر وہ یونہی بیٹھا رہا۔ آنکھیں کھول کر سامنے گھڑی پر ٹائم دیکھا تو چھ بج رہے تھے۔ فیصلہ کر کے وہ وہاں سے اُٹھ گیا۔ اُس کے پاس کرنے کو کچھ نہ تھا۔ آج اُس نے جلدی آفس جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ وہاں تو شاید پھر آرز حسن کا ذہن بھٹک جاتا لیکن یہاں بیٹھے بیٹھے وہ پاگل ہونے کے قریب تھا۔

❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦

دوپہر میں کسی وقت وہ اپنی ماں کو ڈھونڈتے ہوئے اُن کے کمرے میں گئی تو ندا بیگم پہلے سے ہی وہاں موجود تھیں۔ وہ زبردستی کی مسکان سجائے اُنہیں سلام کرتے ہوئے اندر آ گئی جبکہ نائلہ بیگم وہاں موجود نہ تھیں۔

"نائلہ پری کے پاس گئی ہے آتی ہو گی۔" حیام کے انداز میں جھجھک نمایاں تھی۔ بہت

ہمت کر کے وہ اُن کے پاس گئی اور اُن کے قریب بیٹھتے اُنہیں دیکھنے لگی۔ وہ کتنی کمزور ہو گئیں تھی نا، وہ پہلے جیسی تو نہ تھیں اور ہو بھی کیسے سکتیں تھیں۔ اُن کی دنیا الٹ گئی تھی۔ اُن کے قدموں کے تلے موجود زمین بدل گئی تھی۔

"تائی امی!"

الفاظ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتے تھے۔ اس کے رشتوں میں کتنی دوریاں آ گئی تھیں۔ وہ وہی تھیں جن سے وہ ہر بات بناء کسی ڈر، بناء کچھ سوچ سمجھے کہہ دیا کرتی تھی اور آج وہ کتنا کچھ کہنا چاہتی تھی، اُن کے درمیان کتنی باتیں تھیں کرنے کو، کتنے شکوے تھے، کتنی شکایات تھیں لیکن الفاظ نہیں تھے، لب سلے تھے۔ صرف خاموشی تھی۔

"مجھے معلوم ہے آپ ناراض ہیں مجھ سے۔۔" ہمت کر کے اُس نے بولنا شروع کیا۔ ندا بیگم بولنے لگیں تھیں لیکن حیام نے انہیں موقع نہ دیا۔

"اور ناراضگی آپکا حق ہے لیکن۔۔۔ لیکن پھر بھی میں اپنی صفائی میں کوئی تاویلیں نہیں دوں گی۔ اُنکا کوئی جواز ہی نہیں کیونکہ وقت گزر چکا ہے نا اب۔" آنسو بہنے لگے تھے۔

"لیکن پھر بھی، میں صرف آپ سے معافی مانگ سکتی ہوں۔ وہ میرے بس میں ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ کچھ بھی بولنے، کہنے سے پہلے یہ یاد کر لیں کہ میں وہی حیام ہوں جس سے آپ نے بہت محبت کی ہے کبھی، میں وہی ہوں جو آج بھی آپکی عزت

کرتی ہے، بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔ معاف کر دیں گی نا آپ؟" ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتی وہ اُنہیں تکنے لگی۔ اُن کی بھی آنکھیں نم تھیں، آنسو بہے جا رہے تھے۔

"میں آپکے ساتھ زبردستی نہیں کروں گی۔ جو کچھ میں کر گزری ہوں آپکے پاس حق ہے کہ مجھے معاف نہ کریں، دھتکار دیں، مجھے تھپڑ بھی مار لیں۔۔۔ اپنا سارا غصہ نکال لیں، بس مجھ سے وعدہ کریں کہ کبھی نہ کبھی تو مجھ سے راضی ہو جائیں گی آپ۔ میں آپ کے سو مرتبہ دھتکارنے پر بھی آپ کے پاس آ جاؤں گی۔"

"حیام!! بس کر دو میرا بچہ۔۔۔" ندا بیگم نے اُسے خاموش کر وا خود میں سمیٹ لیا تھا۔

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے ناراض ہو سکتی ہوں۔ تم بتاؤ میں کیسے خفا ہو جاؤں تم سے، میری جگہ تمہارے تایا ہوتے تو یہ جو تم نے معافی مانگی ہے اس کی نوبت ہی نہیں آنی تھی۔ میں اُنہیں کیسے ناراض کر سکتی ہوں؟" حیام بہتے آنسوؤں کے ساتھ اُن سے الگ ہوئی۔

"تایا۔۔۔ تایا جان میرے بارے میں کچھ تو کہہ رہے ہوں گے نا جب وہ۔۔۔" آگے اُس کے الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"وہ مجھے روز کہتے کہ میری حیام سے بات کروا دو۔ اُسے کہو ایک آخری مرتبہ مجھ سے

بات کرے، مجھ سے مل جائے۔ میں تمہیں کال کرتی تو تمہارا نمبر آف جاتا۔ میں خالہ اماں سے بات کرتی تو میری ہمت نہ ہوتی کہ تم سے بات کر سکوں۔ مجھے لگا کہ میرے بیٹے کے دیئے گئے زخموں کی تکلیف شاید زیادہ ہے جبھی تو تم نے مڑ کر نہیں دیکھا۔"

"وہ مجھ سے ناراض ہو کر گئے ہیں ناتائی جان؟" اُسے ایک نیا دکھ لگ گیا تھا۔

"نہیں، وہ تم سے بالکل خفا نہیں تھے لیکن حیام تمہارے تایا کی خواہش تھی کہ۔۔۔"

"کہ؟"

"وہ جا رہے تھے تب بھی مصطفٰی اور آرز کو نجانے کن الفاظوں میں یہ کہہ کر گئے کہ حیام کو میری بیٹی بنا دینا۔"

""آپکو اُنہیں بتانا چاہیے تھا ناتائی امی کہ میں اُنکی ہی بیٹی ہوں۔ وہ میرے بابا تھے نا۔"

"نہیں، حیام۔۔۔۔وہ تمہیں آرز کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھ سے آخری وقت میں ہمیشہ کہتے تھے کہ دیکھنا میں حیام کو منا لوں گا۔ اپنی بیٹی کے نام کے ساتھ میں آرز کا حوالہ ضرور دوں گا ایک دن۔" حیام کے بہتے آنسو تھم گئے۔

"آپ۔۔۔آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"حیام!! تمہارے تایا کی آخری خواہش تھی یہ، تم پوری نہیں کرو گی؟"

حیام کے الفاظ مزید انکاری ہو گئے۔ وہ دم سادھے بیٹھی تھی۔ وہ کیسے کر سکتی تھی۔ اور آرزو۔۔۔ آرز حسن کے الفاظ جو وہ اسے کہہ کر گیا تھا، وہ حیام کیسے بھول سکتی تھی۔

"تائی جان! آپکے بیٹے اور میرے درمیان اتنی دوریاں آچکی ہیں، اتنی غلط فہمیاں ہیں کہ اُنہیں حل کرنے بیٹھیں تو ساری زندگی دلیلیں دیتے گزر جائے گی۔"

وہ اُٹھ کر چل دی۔ دروازے پر اُس کی ماں کھڑی تھیں۔

"حیام!! میرے بیٹے کو تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں اُسے بہت اچھے سے، اُسکی آنکھیں تمہیں ڈھونڈتی ہیں ہر سو۔ ہم بڑوں کی کوتاہیوں کی سزا تم میرے بیٹے کو مت دو۔" وہ نم آنکھوں سے اُنہیں سن اپنی ماں کو دیکھتی وہاں سے چلی گئی۔ اُسے تنہائی چاہیے تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اک سفر میں کوئی دوبارہ نہیں لٹ سکتا

اب دوبارہ تری چاہت نہیں کی جا سکتی

(جمال احسانی)

❤ جاری ہے ❤

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews